

محسن انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم)

(مخالفوں کے طوفان سے گذرتے ہوئے)

— مدنی دور —

نعیم صدیقی

(۳)

یہود کا تاریخی مقام اور پارٹ | تاریخ اسلام و جاہلیت کی یہ عجیب ٹریجیڈی ہے کہ دین حق کی منہجت کرنے کی خدمت سب سے بڑھ کر جوش ایمانی کے ساتھ ہمیشہ اہل مذہب ہی نے سرانجام دی ہے۔ اہل مذہب جن کو دین حق کی دعوت کی پہلی آواز سنتے ہی اولین صفوں میں جا کھڑے ہونا چاہیے، وہی ہمیشہ "اول کافرہ" بنتے رہے ہیں (الا ماشاء اللہ) اہل مذہب ابتداء میں مذہب کے خادم اور علمبردار ہوتے ہیں، لیکن آہستہ آہستہ حیب ان کا ایک مرتبہ پیدا ہو جاتا ہے اور ان کے کچھ مفاد مذہب سے وابستہ ہو جاتے ہیں تو پھر وہ مذہب کو اپنا تابعدار بنا لیتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ مذہب کے نام پر اپنے کچھ مستقل حقوق پیدا کر لیتے ہیں، پیروان مذہب سے وہ کچھ اپنے طبقاتی مطالبات منوا لیتے ہیں اور کچھ اعزازات ان کے لیے مخصوص ہو جاتے ہیں۔ مذہب اپنے پیروؤں کے دور زوال میں ہمیشہ انہی مراحل سے دوچار ہوتا ہے۔ یہاں پہنچ کر مذہب ایک اچھے نفع بخش کاروبار کی سطح پر آ جاتا ہے اور وہ ایک موروٹی جاگیر بنتا ہے۔ یہاں پہنچ کر وعظ مال تجارت بن جاتے ہیں، علم ذریعہ معاش ٹھہرتا ہے، فتوے متاعِ بازار بن کر اپنا ایک مارکیٹ ریٹ پیدا کر لیتے ہیں، دینی مناصب روحانی قیادت و اقتدار کا ذبیہ قرار پاتے ہیں۔ اس مقام پر حیب ایک بار اہل مذہب آ پہنچتے ہیں تو پھر ان کا کاروبار ذہن ہر معاملے میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ہمارا مفاد محفوظ رہتا ہے یا نہیں، اور ہمارا منصب اور

اور ہماری پوزیشن کسی اور طرف تو منتقل نہیں ہوتی جاتی۔ کاروباری ذہن جب ان اوصاف کے ساتھ دائرہ مذہب میں آگھستا ہے تو اہل مذہب :

۔۔۔ کسی کی طرف سے اختلاف کو گوارا نہیں کر سکتے اور نہ کسی بڑے مقصد کے لیے دوسروں کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔

۔۔۔ اپنے اندر کسی کمزوری یا غلطی کو ماننے اور اس کی اصلاح کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔

۔۔۔ قیادت و اثر کی کرسی چھوڑ کر کسی دوسرے کی دعوت پر ادائے فرض نہیں کر سکتے۔

تھیکس ہی مقام تھا جس کی آخری سرحد پر یہود آ پہنچے تھے۔ وہ یہ سرگز نہیں مان سکتے تھے کہ حق ان کے گرد ہی دائرہ کے باہر بھی پایا جاسکتا ہے، وہ نہیں مان سکتے تھے کہ ان کے پیچھے لگ کر چلے بغیر بھی کوئی راہ یاب ہو سکتا ہے، وہ نہیں مان سکتے تھے کہ رہنمائی کا منصب کسی دوسرے کو بھی مل سکتا ہے۔

مخالفت قریش مکہ نے بھی کی اور مخالفت یہود نے بھی کی اور دونوں میں سے کسی نے کوئی کسر اٹھا نہیں کھی مگر دونوں کے مخالفانہ پارٹ میں بڑا بھاری فرق ہے۔ جب ہم تجزیہ و موازنہ کر کے دیکھتے ہیں

تو اولین حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ قریش مکہ کی مخالفت میں اصل کارفرما روح جذبہ اشکبار کی تھی، لیکن یہود پر حسد کا جذبہ پھایا ہوا تھا۔ وہاں احساس برتری کی پیماری تھی اور یہاں احساس کتری کا روگ تھا۔ اسی لیے

وہاں کھلا کھلا انکار اور تصادم تھا اور یہاں مکاری اور عیاری کا مزاج مخالفانہ سرگرمیوں میں غایاں تھا وہاں یہاں درانہ جبارت تھی اور یہاں بزدلانہ شرارت! وہاں مخالفت سیدھی تشدد کے رخ پر ارتقاء کرتی رہی

تھی، لیکن یہاں وہ نجوی اور سازش اور نفاق کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ مکہ میں صرف مسلم اور کافر دو گروہ تھے لیکن مدینہ میں مسلم اور کافر طاقتوں کے بیچ میں ایک تیسرا کردار نفاق کا بھی نمودار ہو گیا۔ اس مطالعہ سے

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جامد مذہبیت اور فاسد دین داری کھلے کھلے کفر و شرک اور صریح جاہلیت سے زیادہ پست فطرت رکھتی ہے اور مخالفت حق میں زیادہ گھٹیا کردار پیش کرتی ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس زرم کفر و دین میں یہود کی جامد مذہبیت اور فاسد دین داری نے اسلام کے مقابلے پر کفر و شرک کی طاقت کے پلڑے میں اپنا پورا پورا وزن تعاون ڈال دیا، حالانکہ بڑے سے

بڑے اختلاف کے باوجود اسے خدا پرستانہ و اخلاق پسندانہ مسلک کے علمبرداروں کے ساتھ زیادہ
 مہم دیاں ہونی چاہئیں تھیں۔ زیادہ سے زیادہ گنجائش اس بات کی ہو سکتی تھی کہ یہود مخالفتِ اسلام میں
 اپنی پوزیشن کفار و مشرکین سے بالکل الگ اور ممتاز رکھتے۔ لیکن تَعَاوَالِی کَلِمَۃً مَّوَاہِبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَکُمْ کی
 درد مندانہ پکار سننے کے باوجود انھوں نے انسانِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کے
 پاکیزہ دینی افکار و اعمال کو چھوڑ کر البہل اور البہب جیسے گھٹیا انسانوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور
 جامد مذہبیت اور ناسد دینداری کا یہ بھی ہمیشہ تاریخی رول رہا ہے کہ وہ معرکہ کارزار میں دینی محاذ پر کسی
 قیمت کے عوض بھی اپنا تعاون پیش نہیں کر سکتی بلکہ لازماً وہ دین کی دشمن طاقتوں کی گود میں جا گرتی ہے اس
 قارورہ ہمیشہ کفر و الحاد اور فسق و فجور کے پکیں سے ملتا ہے۔ یہاں گفتگو چند مستثنیٰ افراد پر نہیں ہو رہی جو
 کسی گروہ کے اندر سے بدترین دورِ فساد میں بھی برآمد ہوتے ہیں۔ ہم عمومی کلیۃً اخذ کر رہے ہیں۔

یہ تھا موقف جو یہود نے لیا! وہ اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور علم و تقویٰ کے سارے معیار و معیار کو
 تخریب پسندانہ منفیت کے مورچوں پر جا ڈٹے اور انھوں نے عملاً کفار و مشرکین کو اپنا پورا پورا تعاون
 پیش کر دیا۔ انھوں نے داعی حق اور تحریک اسلامی اور اس کے کارکنوں کے خلاف پھبتیاں کیں، مذاق
 اڑائے، نئے نئے سوالات اور اعتراضات گھڑ گھڑ کر کٹ جھتیاں کیں، الزامات لگائے، پروپیگنڈے
 کے طوفان اٹھائے، مخبریاں اور جاسوسیاں کیں، مسلمانوں کو باہم دگر لڑانے کے منصوبے اختیار کئے
 تکفیر و تفسیق کے فتوے لگائے۔ رحمتِ دو عالم کے قتل کی تدبیریں کیں اور جنگ اور امیر حبشی کے حالات
 میں سخت قسم کی غداریاں کیں۔ اپنی طرف سے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا۔ لیکن شروع سے آخر تک یہ
 ایک بڑے مغالطے میں رہے — اور منفی مزاج کی تخریبی مہموں کو اٹھانے والی طاقتیں ہمیشہ اس مغالطے
 میں رہتی ہیں (لیکن بعد والوں کو ان سے سبق لینے کی بھی توفیق نہیں ہوتی) — کہ کسی اصولی اور تعمیری تحریک
 کا توڑ ایسے لوگ کامیابی سے کر سکتے ہیں جو خود بے اصول ہوں، کوئی تعمیری نقشہ نہ رکھتے ہوں اور جو اخلاقی
 پستی کی آخری گہرائیوں میں جا گئے ہوں۔ درحقیقت ایسے لوگوں کا پارٹ بالکل اس نوعیت کا ہوتا ہے
 جیسے چڑھتے سورج کی شعاع آگنی سے چرہ کر چمکا ڈر فضا میں اپنے پر بھید کر زمانے کو تاریک رکھنے کے

درپے ہوں، جیسے شہسواروں کے کسی دستے کا راستہ روکنے کے لیے چند ٹھچر اور چند مکھیاں اپنی بھینٹاں کا پورا زور شور دکھادیں، جیسے چودھویں کے چاند کو دیکھ کر کوئی گنوار اس کی طرف منہ اٹھا کر ہنوک دے۔ جن لوگوں میں خود اپنی کوئی قدر و قیمت باقی نہ رہی ہو، جن کے پاس کوئی جاندار پیغام موجود نہ ہو جن کا اخلاق و کردار زمانے کے لیے کوئی جاذبیت نہ رکھتا ہو اور جن سے کسی تعمیری خدمت کی توقع انسانیت کو نہ رہی ہو، وہ محض دوسروں کا راستہ روک کر اور ان کا منہ پڑا کر اپنا کوئی مقام نہیں بنا سکتے۔ جل کے پاس جمود اور فساد اور لگاڑ اور تخریب کے سوا اور کوئی متابع حیات باقی نہ رہی ہو وہ اصلاحی و تعمیری کام کرنے والی کسی متحرک طاقت کے منہ آکر اپنے اندر قدر و قیمت پیدا نہیں کر سکتے۔ انجام کار ایسوں کے حصے میں ذلت و نامرادی کے سوا اور کچھ نہیں آتا مگر جب جذباتی رد عمل کی رو میں بہہ کر کوئی فاسد طاقت اندھی ہو جاتی ہے تو پھر وہ انجام کو نہیں سوچتی، بس آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ یہود کی فاسد طاقت بھی احساسِ کمتری اور حسد کے مارے اندھی ہو کر اسلام سے الجھنے لگی۔

یہود کا کردار مسلمانوں کے کردار کے بالمقابل رکھ کر دیکھنے سے ایک نتیجہ یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ سچائی کے کسی علمبردار کی صدا پر لبیک کہنے والوں کا اخلاق حینا بلند ہوتا جاتا ہے اس کی مخالفت کرنے والوں کی سیرتوں میں اتنا ہی زوال پیدا ہوتا جاتا ہے، مثبت تحریک اپنے دائرہ میں انسانیت کو جتنا زیادہ سنوارتی ہے منفی رد عمل اپنے حلقہ میں اتنا ہی زیادہ فساد اور لگاڑ پیدا کرتا چلا جاتا ہے

اسلامی معاشرہ کے سربراہ کار کے سامنے ایک طرف بڑا وسیع اور متعدد پہلو رکھنے والا تعمیری منصوبہ تھا، دوسری طرف مسلسل آنے والے مہاجرین کی بچائی اور ان کو معاشی سہارا بہم پہنچانے کا پرانا کام تھا۔ دوسری طرف قریش مکہ کی طرف سے ہر لحظہ حملے کا امکان تھا اور اس کے لیے دفاعی استحکام کی ضرورت تھی، اور ان ساری مشکلوں میں اضافہ کرنے والی بڑی مشکل یہ تھی کہ مدینہ کی نوخیز ریاست اور زیر تشکیل معاشرہ کے اپنے دائرے میں غداروں اور سازشیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد فتنہ انگیزیاں کر رہی تھی۔ غور کرو کہ سرورِ عالم کی ذمہ داریاں کتنی نازک اور پیچیدہ ہو گئی ہوں گی۔ خیال میں لاؤ کہ ایک جان کتنی گونا گوں الجھنوں میں دن رات الجھی رہتی ہوگی۔ اندازہ کرو کہ چھوٹی سی اسلامی جماعت اور ابتدائی مراحل سے گذرتی ہوئی

تحریک کیسے جان جو حکم میں پڑی ہوگی۔ اور اس ساری صورت حال کو پیدا کرنے کا سہرا تاریخ میں یہود کے سر بندھا نظر آتا ہے۔ — جی ہاں! ایک خدا کو ماننے والوں، ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے پروانوں نورات کے علمبرداروں اور علم و تفقہ اور تقدس و تقویٰ کے ٹھیکیداروں کے سر! ”ہوئے تم دوست جس کے اس کا دشمن آسمان کیوں ہو“

ابتدا میں یہود کو حضور سرورِ عالمؐ اور اسلام سے بڑی اچھی امیدیں تھیں۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ نئی طاقت انہی کی طرح بنو اسماعیل سے برسرِ اختلاف ہے یہود جن انبیاء کے نام لیوا تھے ان کو مانتی ہے ان کی کتاب کا احترام کرتی ہے اور انہی کے مرکزِ عبادت، یعنی بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنائے ہوئے ہے بنا بریں ان کا اندازہ یہ تھا کہ آہستہ آہستہ ہم محمد رسول اللہؐ اور آپ کے رفقا کو اپنے اندر جذب کر لے جائیں گے۔ یہود کا ذہن حق پرستانہ طرز پر نہیں سوچ رہا تھا، بلکہ یہ خالص سوداگرانہ طرزِ فکر تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ اجڑے پچڑے لوگ، جو سینکڑوں کی تعداد میں یوں اکھڑے چلے آ رہے ہیں، ان کو ہم اپنے بارے کی بھیڑیں بنا سکیں گے، اسی امید پر انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ بغیر کسی لمبی چوڑی رد و کد کر کے معاہدات استوار کر لیے اور اس سیاسی تنظیم کو گوارا کر لیا جو مدینہ میں قائم کی جا رہی تھی۔ ان کا اندازہ یہ تھا کہ یہ سیاسی طاقت جو اپنی کونپلیں نکال رہی ہے، یہ تو بس ہماری جیب میں ہے۔ ہماری پیری اور مشیخت کی گدیاں اس کو چار جانب سے احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ہمارے علم و تقویٰ کی ساکھ اپنا دامن اس کے اوپر پھیلانے ہوئے ہے۔ کوئی سوال نہ تھا حق و صداقت تک رسائی حاصل کرنے کا، کوئی کاوش نہ تھی فکر و کردار کو سنوارنے کی، کوئی اتہام نہ تھا عاقبت بنانے کا! مجرد ایک گروہی مفاد کی سیاست تھی جو ان کم بختوں کے سر پر سوار تھی۔ ان کے نزدیک تو گویا مدینہ کے ماحول میں ان کے گھر کے دروازوں پر شکار آکر جمع ہو رہا تھا اور وہ اپنے دم و فتراک تیار کئے گھات میں بیٹھے تھے۔ ان کی نگاہ میں گویا مچھلیاں تھیں جو غول در غول ساحل کے پاس آرہی تھیں اور یہ ماہی گیر کھلی ہوئی یا چھپوں کے ساتھ مذہبی مکاری کی ڈوریاں اور کنڈیاں پانی میں ڈال رہے تھے۔ مگر کچھ ہی مدت کے تجربے سے ان کی خوش فہمیوں کا خاتمہ ہونے لگا۔ انہیں اسلامی جماعت نے جتا دیا کہ یہ کوئی سستا شکار نہیں ہے یہ

ایسی مضبوط طاقت ہے کہ شکاری اس کے ہاتھوں خود شکار ہو کے رہ جانے والے ہیں۔ ان کی نگاہوں کے سامنے آہستہ آہستہ ایک انقلابی مزاج کی ریاست پروان چڑھنے لگی اور یہ ریاست اپنے وجود میں ایک قلعے کی طرح مضبوط بنتی گئی، یہود کو چند ہی دن میں معلوم ہو گیا کہ یہ ریاست جس کے بنانے میں دستوری معاہدہ کی بنا پر وہ خود بھی حصہ دار ہیں ان کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی نہیں بن سکتی اور نہ اس میں انگلی دھسنے کی ان کو کوئی جگہ مل سکتی ہے۔ انھوں نے اپنے لیے جو مقام سیادت اس میں حاصل کرنا چاہا اس کے بارے میں ان کو حلیہ نامراد کا سامنا کرنا پڑا، اس کے مختلف اداروں اور سرگرمیوں میں انھوں نے نفوذ اور تصرف حاصل کرنے کی جو کوششیں کیں، ان میں بار بار منہ کی کھائی، اس ریاست کے صدر اور کارپردازوں اور اس کے اصولوں پر ایمان رکھنے والے شہریوں کو انھوں نے ہاتھ میں لینے کے جتنے بھی منصوبے اختیار کئے وہ سب ناکامی کا شکار ہو گئے، اٹا اولین مراحل میں یہ ہوا کہ یہود کے اپنے آدمیوں نے محسن انسانیت کی پیش کردہ صداقتوں کے سامنے تسلیم خم کرنا شروع کر دیا۔ یہ خطرناک انقلابی عاصیوں ہی کو نہیں، ان کی بعض سرکردہ ہستیوں کو بھی ہالے گئی۔ تب ان کی آنکھیں کھلیں۔ انھوں نے محسوس کیا کہ ان کا سارا بازار تقدس اجڑ جانے والا ہے، اور ان کے بارے کی بھڑکیں ایک ایک کر کے ہاتھ سے جانے والی ہیں۔ یہ سودا یہود کو بڑا جھنگا پڑا۔ ایک طرف وہ بروٹے معاہدہ مسلم ریاست کے نظام کے پابند ہو چکے تھے، دوسری طرف مسلمانوں کے ساتھ دفاعی مقصد کے لیے حلیفانہ معاہدات استوار کر چکے تھے اور تیسری طرف وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ سب کچھ جس مقصد کے لیے کیا گیا تھا وہ غارت ہوا جا رہا ہے، چنانچہ اندر ہی اندر ان میں ایک حاسدانہ ابال پیدا ہونے لگا اور وقتاً فوقتاً یہ گندا مادہ ان کے اجتماعی بدن کے ناسوروں سے بہنے لگا۔ خصوصاً تحویل قبلہ پر تو یہ جذباتی پیپ یہودی سوسائٹی کے مسام مسام سے رسنے لگی! اس جذبہ نے اولاً شرانگیزی کا راستہ اختیار کیا، پھر یہ تخریبی کارروائیوں کی شکل میں ڈھلا، حتیٰ کہ مرتبہ کمال تک پہنچ کر اس نے غداری کی ورت اختیار کر لی۔ آئیے ہم مدنی دور میں اس جذبہ کے ردِ عمل سے پیدا ہونے والی ان مخالفانہ سرگرمیوں کا ایک جائزہ لیں جس سے انسانیت کا سب سے بڑا خیر خواہ اور اس کے ساتھی دوچار ہوئے اور جس سے اپنا وجود سلامتی کے ساتھ

پچانکالنے کے لیے اسلامی ریاست کو سخت مشقتیں اٹھانی پڑیں۔

کھچاؤ | مدینہ کی نوخیز اسلامی جماعت جن بھاری ذمہ داریوں میں گھری ہوئی تھی ان کے لحاظ سے اس کے ایک ایک فرد کی زندگی بڑی قیمتی تھی اور ایک ایک کارکن کا پارٹ بڑا اہم تھا۔ علی الخصوص جو لوگ صفِ اول کے کارکن تھے ان میں سے کسی ایک کی کمی بھی سرورِ عالم اور آپ کے رفقا کے لیے بڑا بھاری حادثہ تھی ابو امامہ اسعد بن زرارہ جو بنو نجار پر نقیب مقرر کیے گئے تھے، ایسا ہی اہم مقام رکھتے تھے۔ بالکل ابتدائی دور میں ان کو عالمِ آخرت سے بلاوا آگیا اور ایک جلیل القدر سپاہی تحریکِ اسلامی کی صفوں میں سے کم ہو گیا۔ حضور کے لیے یہ صدمہ فی نفسہ بڑا صدمہ تھا، لیکن اس صدمہ کو مدینہ کی اسلام دشمن طاقت نے اپنے مفسدانہ پروپیگنڈے کے ذریعے گنا کر دیا۔ یہود اور ان کا ساتھ دینے والے منافقین یہ کہتے پھرتے تھے کہ اجی کیا ہے، اگر یہ محمد کوئی سچا نبی ہوتا تو اس کا ایسا سرگرم ساتھی ایسے عالم میں کیوں مرا ہوتا۔ گویا منافقین کے ہاں اس موت پر گھی کے چراغ جل گئے۔ وہ قلبِ حساس جو چاروں طرف سے دکھوں کے تیروں کی زد پر تھا، وہ بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ نبی اہلبیت ابو امامہ! یہود و منافق العرب یقولون لو کان نبیاً لم میت صاحبہ ولا املک نفسی ولا لصاحبی من اللہ شیئاً۔ اس چھوٹے سے واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دشمنوں کے دلوں کے پھوڑے کیسے پکے ہوئے تھے۔ بنو نجار نے آکر حضور سے درخواست کی کہ اب ہمارے لیے کوئی اور نقیب مامور فرما دیجیے۔ بنو نجار کی تسکین کے لیے آپ نے خود اپنے آپ ہی کو بر بنائے قرابت ان کا نقیب قرار دیا۔ "انتم اخوالی وانا بما فیکم، وانا نقیبکم!"

یہود نے جن شرائط پر دستوری معاہدہ پر دستخط ثبت کئے تھے، ان کی وجہ سے وہ اس پر قادر نہ تھے کہ تحریکِ اسلامی کو روز افزوں ترقی سے روک سکیں۔ ان کی ناک کے نیچے عامۃ الناس اور ان کے سربراہ کار اسلام کے جھنڈے کا رابطہ بن لپک رہے تھے اور ان کی گدیاں اور پیریاں، ان کی

۱۔ سیرت ابن ہشام ج۔ ۱ ص ۱۵۳: "ہو ابو امامہ کا مرنا، یہود اور منافقین عرب کہتے ہیں کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو اس کا ساتھی نہ مرنے، حالانکہ اللہ کی مشیت سے نہ میں خود بچ سکتا ہوں نہ اپنے کسی ساتھی کو بچا سکتا ہوں"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com